بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

(۲)

(ماہِ مارچ میں پہلی قسط دی گئی تھی)

میں کچھ آگے چلنا چاہتا ہوں مگر موضوعات اور معلومات چاروں طرف سے ایسے سر اُٹھا رہے ہیں، جیسے شجرۃ الزقوم کے سر، سینگ اور کان۔ کچھ معلومات حافظہ سے اُبھرتی ہیں اور کچھ باہر سے برستی ہیں۔ ان کی وجہ سے تسلسلِ بیان کو قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ مگر ہر حال میں یہ بنیادی تسلسل قائم ہے کہ ہم اسلامیت کی راہ کی مزاحمتوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔

ایک قصہ نوا اسرائیل کا ہے جس نے یہ اعلان کر کے مشرقِ وسطیٰ کے مسلمانوں کو پھر چونکا دیا ہے کہ وہ اسٹنگر میزائل کو تباہ کرنے کے لیے سعودی عرب پر حملہ کرے گا۔ عراق میں پہلے اس نے اٹامک سنٹر تباہ کیا۔ پاکستان میں ایسی کارروائی کے لیے اپنی تخریبی و تاریک ذہانت کے ساتھ وہ اپنی نوعیت کی نوخیز قوت بھارت سے ساز باز کر رہا ہے۔ اب سعودی عرب کو بھی نشانہ بنانے کے ارادے سامنے آگئے ہیں۔ مطلب کیا ــــ؟ مطلب یہ کہ ایک تو کسی مسلمان ملک اور قوم کے اندر سائنسی یا دفاعی قوتوں کا نشوونما نہ ہونے دیا جائے ورنہ یہ آبادی اگر تحریکی شعور سے بہرہ مند ہو گئی تو موجودہ ترتیب عالم کو ہلا دے گی۔ کسی مسلمان ملک یا آبادی کو گھٹنوں تلے دبا کے نہ رکھا جا سکے گا۔ قرضوں کے پھندے گردنوں میں ڈال کر ان کو گھسیٹا نہ جا سکے گا۔ اور ان کی زمینوں اور علاقوں پر مجرمانہ قبضہ جما کر اصل آبادیوں کو بہیمیت کے ٹینکوں کے نیچے

کچلا نہ جا سکے گا۔ اشارات لکھ چکنے کے بعد یہ ذلیل حرکت سامنے آئی کہ اسرائیلیوں نے ابوجہاد کو قتل کر دیا۔

اس وقت اسرائیل اس نئی مقاومتی لہر سے گھبرا اٹھا ہے جو اسرائیل کے اندر، عرب مسلمانوں کی طرف سے ... اسلامی اسپرٹ کے ساتھ اس شان سے اُٹھی ہے کہ سرفروش جانیں دے دے کر اپنی لاشوں سے صہیونیت کے سیلاب کے آگے بند بناتے ہیں۔ وہ آگے بڑھتا ہے تو لاشوں کا نیا بند آجاتا ہے، پھر اور، پھر اور۔ یہ تجربہ اسرائیل کو پہلے کہاں ہوا تھا۔ اور یہ تجربہ کہ بالکل نہتے لوگ، بوڑھے، بچے، عورتیں پولیس اور فوج کے مقابل میں پتھر اُٹھائے نکل آتے ہیں۔ بے تحاشا مرتے ہیں مگر کسی صہیونی کا کلہ توڑ کر اور کسی کی آنکھ پھوڑ کر۔ جوابی کارروائی کا حال یہ ہے کہ کسی بھی راہ چلتے مسلم عرب کو پکڑ کر اسرائیلی سپاہی ڈنڈوں سے پیٹنے لگتے ہیں، ہڈیاں توڑ دیں گے، جسے چاہیں گولی مار دیں گے، گرفتار کر کے مارتے پیٹتے کہیں لے جائیں گے۔

اور عجب   اس راہ میں مائیں چھنتی ہیں، اس راہ میں بچے مرتے ہیں۔

ذرا آپ صہیونیوں کے مشہور گورو گھنٹال ڈاکٹر ہنری کسنجر کا ایک جملہ سنیں جسے اس نے امریکہ کے جیوئش کمیونٹی کے ۸ سرکردہ لیڈروں کی ایک نشست میں پرائیویٹ سطح پر ناشتہ کرتے ہوئے کہا:

> میڈیا کو ختم کر دو، عربوں کی تحریک کو کچل دو، جتنا جلدی ممکن ہو،
> پورے غلبے کے ساتھ، شدید ستم گاری کے ساتھ، اور بہت تیزی
> کے ساتھ۔

بعد میں کہا کہ نرم رویہ اختیار کرنے میں کوئی افادیت نہیں۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ یہ تو محض ناشتے پر اس کے عندیے کا بہت ہی چھوٹا سا حصہ ہے۔

دیکھیے یہ شخص جو تہذیب حاضر کے خاص فرزندوں میں سے ہے، جو نازی جرمنی سے بچ کر نکلا ہوا ایک پناہ گیر ہے۔ وہ یہ ذہن رکھتا ہے کہ ایک تو قوت حق ہے اور دوسرے شرافت اور تہذیب کے جو بھی تقاضے ہو سکتے ہیں، وہ اوروں کے لیے ہیں، مسلمانوں اور عربوں کے لیے نہیں ہیں۔

اسرائیل کیا ہے، مشرق وسطیٰ میں امریکہ کا قائم کردہ ایک "تھانہ" ہے۔ تھانیدار

جو چاہے کرتا رہے، نہ داد نہ فریاد، نہ دلیل نہ وکیل!

ہر بڑی قوت نے اپنے آگے پائلٹ قوتیں چلا رکھی ہیں۔ بڑے سامراجی ممالک جو کام براہ راست نہیں کر سکتے وہ اپنے ان کارندوں سے کراتے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں کے جاگیرداروں کا نظامِ کار ہے۔

اسرائیلی حکومت اور فوج اور پولیس کی وحشیانہ کارروائیوں کے خلاف خود یہودیوں کی طرف سے صدائے احتجاج بلند ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ایک تو ظلم حد سے گذر گیا ہے، دوسرے حالات کی ساری خرابیوں کے باوجود انسانیت ابھی اتنی مری نہیں کہ معاشرے میں اس کی مرے سے کوئی آواز ہی نہ اٹھے۔ یہ آواز تو اب روس کے سوویٹ گل گھوٹو نظام میں بھی اسی طرح اٹھی ہے کہ پنجابی کہاوت کے مطابق اوّل تو مردہ بولے ہی نہیں، ورنہ اگر بول پڑے تو جھٹ ہی پھاڑ دکھائے۔ اسرائیل میں بھی خود یہودیوں نے صہیونی مظالم کے خلاف ایک چیخ ماری ہے۔

اسرائیل کا دوسرا کارنامہ بیان کرتے ہوئے تمہیداً چند الفاظ یہ کہہ دیے جائیں کہ پاکستان یا مسلمانوں یا کسی مُسلم ملک یا کسی مُسلم شخصیت کو کہیں سے کوئی فائدہ پہنچنے یا امداد ملنے یا کسی ضرورت کے پورا ہونے یا کوئی مفید تجارتی یا دفاعی معاملہ کرنے کا کوئی موقع پیدا ہو تو غالب صہیونی تمام یہودیوں کو ساتھ ملا کر اس میں رکاوٹ ڈالنے کی آخر دم تک بھرپور کوشش کرتا ہے۔ خصوصاً مغربی ممالک اور ان میں سے بھی درجہ اوّل پر امریکہ سے جب کبھی ہمارا کوئی معاملہ شروع ہوتا ہے تو بھارت اور اسرائیل دونوں (جاگیردار امریکہ کے مزارعے) ہمارا راستہ روکنے کے لیے پریس، سینیٹ، کانگریس اور قصرِ صدارت، سبھی دائروں میں یلغار کر دیتے ہیں۔

یہی مکروہ صورت آج ایک معاملے میں سامنے آتی ہے۔ "ٹمپلیشن فاؤنڈیشن" نامی ادارے نے مذہبی ترقی کے لیے ایک انعام مختلف مذہبی شخصیتوں اور اداروں کو دینے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اب تک یہ انعام رومن کیتھولک، پروٹسٹنٹ، راسخ العقیدہ روسیوں، ہندوؤں اور بدھوں کو ملتا رہا ہے۔ پہلی مرتبہ مذکورہ ادارے نے یہ انعام ڈاکٹر انعام اللہ خان سیکرٹری جنرل موتمر عالمِ اسلامی کو دینے کا اعلان کر دیا ہے۔

اب تل ابیبی اسرائیلیوں سے لے کر یُن ہٹنی صہیونیوں تک تلملاہٹ کا ایک طوفان

اکھڑ کھڑا ہوا ہے۔ وہ لوگ متذکرہ فاؤنڈیشن کے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ اس نے یہ انعام سامیوں کے ایک نسلی مخالف (ANTISEMITIC) کو کیوں دے دیا ہے[1]۔ پریس میں انھوں نے اودھم مچا دیا ہے اور خطوط اور ملاقاتوں کا سلسلہ نہ معلوم کہاں سے کہاں تک ہے۔ دراصل یہودیوں نے ہر اس مسلمان شخصیت یا ادارے کا ریکارڈ رکھا ہوا ہے اور اس کے بارے میں معلومات جمع کی جاتی ہیں جو اہمیت اختیار کر جائے اور خصوصاً بین الاقوامی دائروں میں قدم آرکھے۔ سو یہ قصور تو انعام اللہ خاں پہ ثابت تھا۔ ان کا ریکارڈ کہتا ہے کہ ڈاکٹر انعام اللہ خاں صاحب نے مخالف سامی لٹریچر پہ بڑا روپیہ لگایا ہے۔ پھر اس لٹریچر کی تفصیل بھی پریس میں آگئی ہے جو کراچی سے لے کر امریکہ کے سینیٹروں، کانگریسیوں اور ایک ہزار برطانوی ٹریڈ یونینوں وغیرہ تک ارسال کیا جاتا رہا ہے۔ (یہودیوں کی معلومات پہ ہر آدمی حیران رہ جاتا ہے) ۔ اب زور اس پہ ہے کہ فاؤنڈیشن اس انعام کو منسوخ کر دے۔ دیکھیے! کیا ہوتا ہے۔ اگر صیہونی کامیاب رہے کہ پھر خاں صاحب بجائے خود اللہ کا انعام ہی ہیں۔ انہیں کسی اور انعام کی کیا احتیاج ؟

اب سر جھکا کر سوچیے کہ ہمارے گرد کس کس سانپ نے کنڈلیاں ڈالی ہوئی ہیں اور ہر ایک کے چکر کتنے کتنے ہیں ؟

ٹوٹے ہوئے سلسلۂ عبارت (مارچ اور اس کے بعد کے لیے جو کچھ لکھا) اس کی کڑیوں کو جوڑنے سے پہلے ایک اور قصہ جسے آنا تو پہلے چاہیے تھا، مگر اب سامنے آیا تو میں نے

---

[1] واضح رہے کہ جب کبھی مسلمانوں کی طرف صیہونیت اور اس کی مسلم آزادی پر کوئی آواز اٹھتی ہے تو اسے مخالفِ سامیت قرار دے کر..... نسلی تعصب کا ایک مسئلہ بنا دیا جاتا ہے اور اس سوال کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا جاتا ہے کہ حق، ناحق کیا ہے اور ظالم مظلوم کون! یہ صیہونیوں کے مخالفِ مسلم پروپیگنڈے کا بڑا ہتھیار ہے، مگر یہ ہتھیار بھی سچ کی دھات سے نہیں بنا، اس کی دھات بھی کھوٹی ہے۔ سارا جھوٹ کا کھیل ہے۔

شامل کر لیا۔ نظامِ تعلیم پر کچھ بحث ہم نے مارچ میں کی تھی۔ اس کا ایک اور وضاحتی پہلو ہے۔ ہمارے عزیز دوست عزیز مرزا صاحب ایک طرف وسیع معلمانہ تجربہ رکھنے والے قابلِ اعتماد ہیں اور دوسری طرف مروجہ نظامِ تعلیم اور نظامِ مدارس اور خصوصاً مشنری تعلیمی مساعی اور باہر سے چھپ کر آنے والی نصابی کتابوں کا تفصیلی جائزہ لے رہے ہیں اور سارا مواد جمع کر کے شاید وہ ایک ٹھوس شکل میں سامنے لائیں۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو میں کرنے کے علاوہ اپنی معلومات، مواد اور جمع کردہ اعداد و شمار کی ایک جھلک ایسی دکھائی کہ اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ بیرونی ملحدانہ تہذیب اور بیرونی زبان کی جو بیڑیاں ہمیں پہنائی جا رہی ہیں اُن سے آزاد ہونے کی راہ کیا ہے اور ان سے آزاد ہوئے بغیر ہم اسلام کے لیے اس معاشرے میں کوئی بڑا کام کر کے کوئی ہمہ گیر تبدیلی کس طرح لا سکتے ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں کہ ہمارے ذہن اسیرِ قفس ہیں بلکہ زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ ہم نے تو اپنی نسلوں کو اغیار کے ہاتھوں میں گروی رکھ دیا ہے اور جہاں کہیں اپنے آدمی کام کرتے دکھائی دیتے ہیں وہ تو اغیار ہی کا کام کر رہے ہیں ——— وہی ذہن، وہی نصاب، وہی تصویریں، وہی رنگ، وہی زبان ——— اور اس ملک گیر گردابِ تعلیم میں ہمارا اپنا سب کچھ غرق ہوا جا رہا ہے، ہر غرقابی کے بعد کچھ بلبلے اٹھتے ہیں اور پھر خاموشی چھا جاتی ہے۔ میں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ ہم عہدوں اور تنخواہوں کے عوض اپنی اولادوں کو اسی طرح قسائیوں کے حوالے کر رہے ہیں جیسے ہر روز ہر شہر کی بکرمنڈی میں بے شمار گردنیں چھریوں کے حوالے کر دی جاتی ہیں۔ ہم جادو کے اس دریا میں جو ہمارے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں بہہ رہا ہے۔ اپنے ایک ایک بچے کو اٹھا اٹھا کر پھینکتے ہیں اور جو جتنا زیادہ ڈوب جاتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ہمارا بیڑا اتنا ہی جلد پار ہو گا۔ ہم وافر سکوں اور نوٹوں اور معیارِ زندگی اور آسائشات کو حاصل کرنے کے لیے اپنی اولاد کے ساتھ اپنے ایمان، اپنے عقیدوں، اپنے فریضۂ دعوت اپنے جذبۂ انفاق فی سبیل اللہ، اپنے جنونِ جہاد برائے حق اور اپنی نمازوں، روزوں اور پردے اور شرم اور غیرت اور روایات اور اقدار سب مادہ پرستی کی آگ میں جھونک رہے ہیں جو زمانے نے ہر طرف بھڑکا رکھی ہے۔